حدیثِ افتراق اور اتحاد امت (عصر حاضر کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

Ḥadīth -al-Iftirāq and Unity of Ummah (An Analytical Study in Contemporary Context)

ڈاکٹر ثمینہ ناصر*

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی**

ABSTRACT

Allah Almighty has blessed the Prophet Muhammad (ﷺ) with Khayr al-Ummah. The Muslims were united in the life of Holy Prophet (ﷺ) but after his death split into several divisions. Ḥadīth al-Iftirāq is a famous Ḥadīth attributed to Prophet Muhammad (ﷺ). Making sects has not been liked by Qur'ān and Haḍrat Muhammad (ﷺ). The noble Qur'ān has clearly mentioned to not to make sects among Muslims. This article will analyze the Ḥadīth -al-Iftirāq along its various interpretations particularly the opinions about the saved one among the 73 firaq mentioned in Ḥadīth . It was mentioned by the Holy Prophet (ﷺ) that Banī Isrā'īl was divided into 72 firaq and my Ummat will be divided into 73 firaq. According the Muslim scholars, this figure contains interpretation and must be understood in broad based concepts of other 'Aḥādīth, teachings of Quran and objectives of Sharī'ah. For better understanding of underlying theme, the author has divided the article into four steps. First step dealt with the meanings of firaq and Ummah. In Second step, chain and text of 'Aḥādīth has been described. In Third step, opinion of scholars, Mujtahids have been quoted and in the end recommendations and suggestions are given.

Key words: *sectarian, sect, prediction, polemics, divisions.*

* لیکچرار، بیکن ہاؤس اسکول سسٹم، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کو خیر الامت کے خطاب سے نوازا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہی کا فیض تھا کہ مسلمان متحد تھے لیکن جیسے بتدریج کبار صحابہ کرام دار فانی سے رخصت ہوتے چلے گئے اور زمانۂ نبوت سے بعد واقع ہوتا چلا گیا، ویسے ویسے جدید فتنوں نے سر اٹھانا شروع کردیے اور امتِ واحدہ جس کی بنیادیں حبل اللہ کے قرآنی اصول پر قائم تھیں وہ آہستہ آہستہ جماعتوں، گروہوں، اور فرقوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی۔ ذخیرہ احادیث میں ایک روایت امت محمدیہ ﷺ کے اختلاف وانتشار اور فرقہ بندی کی پیشین گوئی پر مبنی ہے جس کو محدثین عام طور پر حدیث افتراق امت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں اس حدیث کا تحقیقی تجزیہ کرکے اس کے مفہوم کو سمجھنے کی سعی کی گئی ہے۔

امت کا معنی ومفہوم

امت کی جمع امم ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ امت مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، جو کہ اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ جب اس لفظ کا اطلاق انسانوں کے لیے ہو تو اس سے مراد ہم عقیدہ لوگ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ﴾(۱)

(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔

عرف عام میں امۃ کا لفظ ان لوگوں کی جماعت کے لیے بولا جاتا ہے جسے کوئی نبی یا رسول تشکیل دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾(۲)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

اسی طرح امۃ کا لفظ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرد واحد کے لیے بھی استعمال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً ﴾(۳)

بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک پوری امت تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے امۃ کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اکیلے ہی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اتنا کام کیا جتنا ایک امت کرتی ہے اسی طرح امت کا لفظ امام اور رہنما کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۱۳

(۲) سورۃ آل عمران:۱۱۰

(۳) سورۃ النحل:۱۲۰

"و الأُمَّة جماعة من الناس أكثرهم من أَصل واحد، وتجمعهم صفات موروثة، ومصالح وأَمانيّ واحدة، أو يجمعهم أمر واحد من دين أو مكان أو زمان"(۱)

لوگوں کی ایسی جماعت جن کی بنیاد ایک ہو، ان میں موروثی صفات جمع ہوں، اور ان کی خواہشات، مصالح ایک ہوں یا دین، جگہ یا زمانے کی اعتبار سے ایک ہوں۔

فرقہ کا معنی و مفہوم

فرقہ کا معنی پھاڑنا یا الگ کرنا ہے۔ لوگوں کا کسی بڑی جماعت سے الگ حصہ، کسی قوم یا جماعت سے جدا شدہ کثیر تعداد یا ہم خیال لوگوں کا گروہ۔(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾(۳)

پھر کیوں نہ ایسا ہوا کہ ہر فرقہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لئے نکلتے۔

فرقہ اور فریق تقریباً ہم معنی ہیں۔ فریق اس وقت استعمال ہوتا ہے جب اس کے مقابلے میں کوئی اور فریق اور گروہ بھی موجود ہو یا دو مختلف گروہوں میں تقابل مقصود ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾(۴)

ایک گروہ تو جنت میں جائے گا اور دوسرا دوزخ میں۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"أن يأخذ كل واحد طريقا غير طريق الآخر في حاله أو قوله، والخلاف أعم من الضد، لأن كل ضدين مختلفان، وليس كل مختلفين ضدين، ولما كان الاختلاف بين الناس في القول قد يقتضي التنازع استعير ذلك للمنازعة والمجادلة"(۵)

اختلاف کا مطلب کہ ہر ایک کا دوسرے سے قول و فعل میں مختلف ہونا، خلاف متضاد سے عام ہے کیونکہ ہر متضاد مختلف ہوتا ہے، لیکن تمام خلاف متضاد نہیں ہوتے اور جب بھی لوگوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوتا ہے جو جھگڑے اور مجادلے کا سبب بنتا ہے۔

---

(۱) ابراہیم مصطفی واحمد الزیات، المعجم الوسیط، باب الھمزہ، دار الدعوۃ، ۱۹۹۵م، ۱/۲۷

(۲) کیلانی، عبد الرحمن، مترادفات القرآن، مکتبۃ السلام، سٹریٹ ۲۰ وسن پور، لاہور، ۲۰۰۹م، ص: ۶۸۱

(۳) سورۃ التوبۃ: ۱۲۲

(۴) سورۃ الشوریٰ: ۷

(۵) اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی القرآن، باب خلف، دار القلم دار الشامیۃ، دمشق، طبع اول: ۱۴۱۲ھ، ۱/۲۹۴

ابن منظور بیان کرتے ہیں:

"والخلاف: المضادة، وقد خالفه مخالفة وخلافا. وفي المثل: إنما أنت خلاف الضبع الراكب أي تخالف خلاف الضبع لأن الضبع إذا رأت الراكب هربت منه"(۱)

خلاف کا مطلب مخالفت اسی سے مخالفت اور خلاف ہے مثلا تو گوہ کی طرح مخالفت کرتا ہے کیونکہ وہ جب شکاری کو دیکھتی ہے تو بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

حدیثِ افتراقِ امت

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَفَرَّقَتِ اليَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ أَوْ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذَلِكَ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً»(۲)

یہود و نصاری ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو گی۔

یہی حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلاَنِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلاَّ مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»(۳)

میری امت بھی وہی سب کچھ کرے گی جو قوم بنی اسرائیل نے کیا، یہاں تک کہ اگر کسی بنی اسرائیل کے شخص نے اعلانیہ اپنی والدہ سے بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسا کیا جائے گا، اور بنی اسرائیل گروہوں میں بٹ گئے اسی طرح میری امت بھی بٹ جائے گی، تمام گروہ جہنمی ہوں گے ماسوائے ایک کے صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول وہ کونسا گروہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

ان دونوں مرویات کو امام ترمذی کے علاوہ ابو داؤد، ابن ماجہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اپنی کتب میں ذکر کیا ہے جبکہ فہم کے اعتبار سے وہ ایک ہی ہیں۔

---

(۱) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، فصل الخاء المعجمہ، دار صادر، بیروت، طبع ثالث: ۱۴۱۴ھ، ۹/۹۰

(۲) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن، أبواب الإيمان عن رسول الله، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله، حدیث نمبر: ۲۶۴۰، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۴/۳۲۲

(۳) ایضاً، حدیث نمبر: ۲۶۴۱، ۴/۳۲۳

محدثین کی آراء کی روشنی میں حدیث افتراق کی سند اور متن کا مفہوم

اس حدیث مبارکہ کی اسنادی حیثیت کو محدثین نے بڑے احسن انداز سے ذکر کیا ہے ذیل میں مشہور محدثین کی آراء کو بیان کیا گیا ہے:

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج الاحادیث الکشاف میں امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کے تقریبا تمام طرق کو جمع فرمایا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدیث افتراق ۱۸ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔[۱]

اس حدیث مبارکہ کا کثرت طرق سے مروی ہونا اس کے بعض طرق کو بعض کے ساتھ قوی کرنے کا سبب ہے۔ اس لیے من جملہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے صحیح یا کم از کم مشہور کے درجے کی ہے۔

صاحب تفسیر الکشاف اس روایت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں:

> "یہ روایت حضرت علی، و سلیم بن قیس و انس بن مالک و ابوہریرہ و ابو درداء، و جابر بن عبد اللہ انصاری و عبد اللہ بن عمر اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے مختلف الفاظ و مقامات پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہوئی ہے"[۲]

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المقاصد الحسنۃ میں اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔[۳]

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتصام میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر کئی جگہ صحت کا حکم لگایا ہے۔[۴]

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

> "حديث صحيح مشهور في السنن والمسانيد قد أخرجها أكثر المحدثين منهم أصحاب السنن إلا النسائي وغيرهم"[۵]

---

(۱) زیلعی، عبداللہ بن یوسف، تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی تفسیر الکشاف للزمخشری، باب سورۃ الانعام، دار ابن خزیمہ، ریاض، طبع اول: ۱۴۱۴ھ، ۱/۴۴۷

(۲) زمخشری، محمود بن عمرو بن احمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع ثالث: ۱۴۰۷ھ، ۲/۸۳

(۳) سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ، حرف التاء المثناۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اول: ۱۹۸۵ء، ۱/۲۵۹

(۴) شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، الموافقات فی اصول الاحکام، دار الفکر، ۲۰۰۸ء، ۴/۱۷۷

(۵) ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد لطباعہ المصحف الشریف، المدینہ المنورہ، المملکہ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۱۶ھ، ۳/۳۴۵

یہ روایت درجے کے اعتبار سے مشہور، صحیح ہے اورامام نسائی اور کچھ دوسرے محدثین کے علاوہ اکثر محدثین نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یہ تمام گروہ دین سے خارج نہیں ہیں جبکہ خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ہوں گے۔"(۱)

ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے انہیں اسلام سے نہیں نکالا بلکہ فرمایا میری امت میں سے ہیں"(۲)

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایسی کوئی بھی قطعی نصوص نہیں ہیں جن کی بنیاد پر ہم کہ سکیں کہ یہ اسلام سے خارج ہیں جبکہ اصل ان کا باقی رہنا ہے اور اگر ہم ان کی تکفیر کی بات کرتے ہیں تو انہیں فرقوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا جنہیں ان کی بدعات کفر تک لے جائیں اور ان میں وہ اوصاف موجود ہیں جو ان کے اسلام کی بنیاد ہیں جیسا کہ حدیث خوارج میں ان کے قتل کا حکم ان کے کفر کی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ قتل ان کے محارب اور باغی فرقہ ہونے کی وجہ سے ہے۔اس اعتبار سے بنیادی بات یہی ہے کہ ان تمام فرقوں کو اس حدیث کے تحت شامل کرنا ایک مشکل کام ہے بلکہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔"(۳)

ان تمام طرق حدیث اور اسانید حدیث کی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن علماء امت کے اقوال میں غور طلب بات یہ ہے کہ کیا صرف یہ ایک حدیث ان تمام نصوص قرانیہ اور احادیث مبارکہ سے کفایت کرتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے اجتماعیت اور اتحاد امت کا درس دیا ہے۔اس لیے لازم ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ حدیث تنبیہ ہے نہ کہ اصول۔

ان تمام احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود صراحتا فرمایا ہے کہ یہ فرقے جہنم کے راستے پر ہوں گے لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ نے یہ بھی صراحت فرمادی کہ کامیابی صرف ایک کے مقدر میں لکھی جائے گی۔سوال کئے جانے پر آپ ﷺ نے اس کا نام بتانے کی بجائے ایک وصف ذکر کیا:

---

(۱) خطابی، حمد بن محمد، معالم السنن، کتاب شرح السنۃ، مطبعۃ علمیۃ، حلب، طبع اول:۱۹۳۲ء، ۴/ ۲۹۴

(۲) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، منہاج السنۃ النبویہ فی نقض الکلام الشیعۃ القدریۃ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، ۵/ ۲۴۱

(۳) شاطبی، الموافقات، ۴/ ۱۹۳-۱۹۴

«مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»(۱)

جو (لوگ) میری اور میرے صحابہ کے راہ پر ہوں گے۔

محدثین کا نکتہ نظر "كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلاَّ مِلَّةً وَاحِدَةً"

حدیث مبارکہ کے مذکورہ بالا الفاظ کے بارے میں کوئی ابہام نہیں ہے بلکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کامیابی کا راستہ آپ اور آپ کے صحابہ کا ہے۔ البتہ "كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلاَّ مِلَّةً وَاحِدَةً" کے الفاظ مختلف احادیث مبارکہ میں نقص اور زیادتی کے ساتھ آئے ہیں جن پر علماء امت نے صحت وضعف کے اعتبار سے بحث کی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ سنن میں، جن تین محدثین ترمذی، ابو داؤد اور ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور جن روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں، انہیں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، لیکن مفہوم کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔

مثلاً:

«فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ»(۲)

آگ میں (ہونگے) ایک جنت میں ہو گا اور وہی جماعت ہے۔

«وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ»(۳)

ایک جنت میں ہو گا اور باقی ۷۲ آگ میں ہونگے۔

«اثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ»(۴)

۷۲ آگ میں ہونگے اور ایک جنت میں ہو گا۔

«كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»(۵)

تمام آگ میں ہونگے ماسوائے ایک ملت کے۔

---

(۱) ترمذی، سنن، ابْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَمُوتُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، حدیث نمبر: ۲۶۴۱، ۴/۳۲۳

(۲) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن، باب شَرْحِ السُّنَّةِ، حدیث نمبر: ۴۵۹۹، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۹ء، ۴/۳۲۴

(۳) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، كِتَابُ الْفِتَنِ، باب افتراق الأمم، حدیث نمبر: ۳۹۹۲، دار الرسالۃ العالمیہ، ۲۰۰۹ء، ۵/۱۲۸

(۴) دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب في افتراق هذه الأمة، حدیث نمبر: ۲۵۱۵، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اول: ۱۴۰۷ھ، ۲/۳۱۴

(۵) ترمذی، سنن، أبواب الإيمان عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الأُمَّةِ، حدیث نمبر: ۲۶۴۱، ۵/۲۶

«فِرْقَةً، فوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ»[(۱)]

فرقوں میں سے ایک جنت میں ہوگا اور باقی ۷۲ آگ میں۔

اس سلسلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت بیان کی گئی ہے اس کی سند کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"هَذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ"[(۲)]

جس طریق سے ہم نے اس کو بیان کیا ہے یہ حدیث مفسر غریب ہے اس کے علاوہ باقی دوسرے طرق کے بارے میں ہمیں علم نہیں۔

مذکورہ حدیث کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اس کے راویوں میں جلیل القدر اہل علم وفضل صحابہ ابن مسعود، علی بن ابو طالب، ابو موسی اشعری، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، معاویہ بن سفیان، انس بن مالک، عوف بن مالک اشجعی، ابو امامہ الباہلی، سعد بن ابی وقاص، عمرو بن عوف المزنی، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ابو درداء، واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ عنہم کا شمار ہوتا ہے۔ ان عظیم صحابہ کی طرف جھوٹ کا منسوب کیا جانا خلاف عقل و نقل ہے اس طرح یہ حدیث سنداً حد تواتر یا اس کی مثل ہے، ان اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والوں میں بعد میں ضعف کا تذکرہ ملتا ہے مگر وہ ضعف بھی شدید نوعیت کا نہیں۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کر کے لکھا ہے:

"لَا أَضْمَنُ عُهْدَةَ صِحَّتِهِ"[(۳)]

میں اس کی صحت کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

مگر کوئی خاص جرح بھی نہیں فرمائی۔

المستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کر کے حاکم فرماتے ہیں:

"هذه أسانيد تقام بها الحجة في تصحيح هذا الحديث"[(۴)]

یہ اسانید ایسی ہیں کہ ان کی بنا پر حدیث کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔

مزید برآں ان روایات کی تصحیح ہونے کی بابت ابنِ عاصم، امام سیوطی، امام حاکم، امام ذہبی، امام شاطبی، مناوی، اور امام البانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے ائمہ احادیث نے کی ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ، سنن، کتاب الفتن، بَابُ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ، حدیث نمبر: ۳۹۹۱، ۵/ ۱۲۹

(۲) شاطبی، ابراہیم بن موسی، الاعْتِصَام، دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع، المملكة العربية السعودية، طبع اول: ۱۴۲۹ھ، ۳/ ۱۲۲

(۳) شاطبی، الاعتصام، ۲/ ۷۵۰

(۴) حاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۹۰ء، ۱/ ۲۱۸

امت اجابت و دعوت کی تحقیق

مذکورہ روایت میں لفظ اُمَّتِی بیان ہوا ہے۔ (امتی) میں یاء متکلم ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام کو اسلام کے تحت ہی ذکر کیا جائے۔ اگر حدیث افتراق کے علاوہ باقی احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سمجھنا نہایت آسان ہو جائے گی کہ اس مراد امتِ اسلام ہی ہے۔

۵۰ مقامات پر لفظ امت قرآن مجید میں مختلف معانی میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً دین، قوم، اور جماعت کے لئے، یہاں امت کے معنی قوم اور جماعت پر بحث مقصود ہے۔

جس قوم کی طرف کوئی رسول بھیجا جائے وہ اس کی امت کہلاتی ہے۔ امت کے وہ لوگ جو اس رسول پر ایمان لائیں وہ امتِ اجابت اور امت کے جو افراد اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں ان کا امتِ دعوت میں شمار جاتا ہے۔ زمان و مکان کی قید سے ماورا خاتم الانبیاء صرف حضرت محمد ﷺ ہیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے قیامت کے بپا ہونے تک جو بھی اپنے کفر پر قائم رہا یا مرتد ہو گیا، وہ آپ ﷺ کی امتِ دعوت کا فر ہے، اور اس کے بر عکس جو لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات سے نور ایمان سے منور ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے، وہ سب امتِ اجابت کہلائیں گے۔

فرقوں کی تعداد

اس روایت میں ذکر کردہ ۷۲ یا ۷۳ کو کثرت عدد کے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے نہ کہ حقیقی میں۔ کیونکہ مختلف ادور کے علماء امت نے ان فرقوں کو شمار کیا ہے جیسا کہ عبد القادر بن طاہر البغدادی (متوفی: ۴۲۹ھ) نے اپنی کتاب الفرق بین الفرق[1] میں ان کو تفصیل سے شمار کیا ہے۔

امام ابو الحسن اشعری بیان کرتے ہیں:

> "اختلف الناس بعد نبيهم ﷺ:في أشياء كثيرة،ضلّل بعضهم بعضا، وبرئ بعضهم من بعض، فصاروا فرقا متباينين، وأحزابا متشتتين، إلا أن الإسلام يجمعهم ويشتمل عليهم."[2]
>
> نبی مکرم ﷺ کے بعد لوگوں میں اختلاف بے شمار چیزوں میں واقع ہو گیا، کچھ نے بعض کو ہدایت سے دور قرار دیا اور کچھ نے بعض سے برأت کا اظہار کیا، تو یہ علیحدہ علیحدہ فرقوں اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے، مگر یہ سب اسلام پر جمع ہیں اور اسلام ان میں سے ہر ایک پر مشتمل ہے۔

---

(۱) بغدادی، عبد القادر بن طاہر، الفرق بین الفرق و بیان الفرقۃ الناجیہ، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، طبع سوم: ۱۹۷۷ء، ص: ۳۵۲

(۲) ضمیریہ، عثمان جمعۃ، مدخل لدراسۃ العقیدۃ الاسلامی، مکتبۃ السوادی للتوزیع، طبع دوم: ۱۴۱۷ھ، ۱/ ۵۲

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فرقوں کی تعیین کے بارے میں بہت سے لوگوں نے کتابیں اور مقالات لکھے ہیں لیکن یہ تمام باتیں ظن اور ہوائے نفس پر مبنی ہیں یہاں تک کہ کئی گروہوں نے اپنے تمام مخالفین کو اہل بدعت میں شمار کرکے ان گروہوں کو شمار کیا ہے۔"[۱]

عبد الکریم شہرستانی اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

"اعلم أن لأصحاب المقالات طرقا فی تعدید الفرق الإسلامیة لا علی قانون مستند إلی أصل ونص و لا علی قاعدة مخبرة عن الوجود، فما وجدت مصنفین منهم متفقین علی منهاج واحد فیی تعدید الفرق"[۲]

ان فرقوں کو شمار کرنے کے اعتبار سے علماء امت نے مختلف ادوار میں مختلف بیان کیے ہیں، اس کے لیے کوئی ایسا قانون یا قاعدہ یا طے شدہ اصول ضوابط نہیں بیان کیے جاسکتے، اس لیے (تاریخی اعتبار) سے جن مصنفین نے بھی ان فرق کو شمار کیا ہے وہ اپنے خاص اصول و قواعد رکھتے ہیں اس لیے کسی ایک طریقہ پر متفق نظر نہیں آتے۔

عبد الکریم شہرستانی نے ان تمام مسائل کا احاطہ کرنے کے لیے چار قواعد بنائے ہیں، جن سے اصولی اختلاف کیا جاسکتا ہے، پھر فرماتے ہیں:

"فإذا تعینت المسائل التي هي قواعد الخلاف، تبینت أقسام الفرق الإسلامیة، وانحصرت کبارها في أربع بعد أن تداخل بعضها في بعض.کبار الفرق الإسلامیة أربع: القدریة. الصفاتیة. الخوارج. الشیعة.ثم یترکب بعضها من بعض، ویتشعب عن کل فرقة أصناف، فتصل إلی ثلاث وسبعین فرقة."[۳]

جن پر اختلافات مبنی ہیں وہ مسائل متعین ہوجائیں اور فرق اسلامیہ کی قسمیں کی نشاندہی بھی ہوجائے تو یہ مجموعی طور پر چار فرقوں تک میں بٹ جائے گا۔ اگرچہ یہ ایک دوسرے میں شامل ہوتے نظر آتے ہیں وہ چار فرقے یہ ہیں: ۱۔ الشیعہ ۲۔ الصفاتیہ ۳۔ الخوارج ۴۔ القدریہ ۷۳ فرقوں تک پہنچ جاتے ہیں جو کہ مزید مختلف اقسام اور شاخوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے ہیں۔

---

(۱) ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ۳/۳۴۶

(۲) شہرستانی، محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، مؤسسۃ الحلبی، س ن، ۳/۱۳

(۳) شہرستانی، محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، ۳/۱۳

شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں:

"باحثین تسلیم کرتے ہیں کہ فرقوں کی یہ کثرت حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ بنیادی طور پر چند فرقے ہیں اور پھر انہی کی بہت سی مختلف شاخیں فرق کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔"[۱]

ان اقوال ائمہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تقریباً ہر دور کے علماء امت نے ان کی تعداد اپنے دور کے مطابق بیان کی ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ عدد کثرت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ فرقوں کی تعداد پر کیونکہ اگر اس کو فرقوں کی تعداد پر محمول کر لیا جائے تو عبدالقادر البغدادی کی بحث کے بعد آنے والے ادوار اور قیامت تک کے لیے اس کو کس بات پر محمول کیا جائے گا۔ مذکورہ حدیث یہ نہیں بیان کرتی کہ امت ہمیشہ ۷۲ فرقوں میں بٹی رہے گی اور ان میں کسی طرح کی کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوگی۔ کچھ شارحین کا نکتہ نظر تو یہ ہے کہ ۷۲ سے خاص عدد مراد نہیں بلکہ یہ تو محض کثرت کو بیان کرنے کے لیے ایک عدد بیان کیا گیا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ میری امت بہت سے چھوٹے بڑے گروہوں میں بٹ جائے گی جو میری سنت اور صحابہ کے راستے کو لازم نہیں پکڑیں گے، البتہ فلسفیانہ خیالات پر مبنی ہوائے نفس کو اختیار کریں گے۔

کلها فی النار کا مفہوم

محققین علماء جیسے امام عبد اللہ ابن مبارک، امام بیہقی، امام اشعری، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ آئمہ کے اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷۲ فرقے جو جہنم میں داخل کیے جائیں گے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے بلکہ جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ کیونکہ یہ بدعتی فرقے تو کہلائے جائیں گے مگر کافر نہیں۔ جب تک کہ کوئی گروہ اس حد تک گمراہی اختیار کرے کہ کفر تک پہنچ جائے، اس وقت تک کسی بھی اعتبار سے ان پر ہمیشہ جہنمی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس اعتبار سے ہمیشہ جہنم اور جہنم میں داخل کیے جانے کو ان نکات کے اعتبار سے سمجھا جا سکتا ہے:

کلھا فی النار کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ ۷۳ میں سے ۷۲ فرقے جہنمی ہوں گے لیکن کسی بھی گروہ کے جہنمی ہونے کی دو صورتیں ہیں:

۱۔　ایسا گروہ جس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ قرآن وسنت میں اس کے لئے خلود فی النار کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

۲۔　ایسے لوگ جنہیں جہنم میں ڈالا جائے اور ان کے گناہوں کی سزا کے بعد جہنم سے نکال دیا جائے، یا جہنم میں داخل کیے جانے کے بعد اللہ تعالی اپنے فضل و کرم یا شفاعت کے ذریعے جہنم سے نکال دیں۔

---

(۱)　شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص: ۲۷

ان دونوں میں سے دوسری صورت ایسے اہل ایمان کی ہو گی جو شیطان کے بہکاوے کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے یا گمراہ ہوگئے، ایسے لوگوں کے لیے ہیشگی جہنم کا عذاب نہیں ہو گا بلکہ وہ اپنے گناہوں کی پاداش میں سزا پا کر یا اللہ تعالی کے فضل و کرم کے سبب جہنم سے نکالے جائیں گے، جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ اللہ تعالی کی رحمت غضب پر سبقت لے جانے پر دلالت کرتی ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا وہ بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہی اس کی بہترین شکل ہے۔ جبکہ پہلی صورت صرف ان کفار اور مشرکین کے لیے ہے جو ایمان کی دولت سے محروم رہے یا انکی گمراہی اس حد تک پہنچی کہ کفر کا ارتکاب کر بیٹھے۔

زیر بحث روایت میں "كلها في النار" سے مراد کیا ہے؟ اگر اس روایت میں "في النار" سے مراد جہنم میں داخلہ ہے تو وہ گروہ بدعتی، گمراہ تو کہلائے جاسکیں گے مگر ملت کفر نہیں، اور کفر کی حد تک نہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمانیات سے یہ جتنا بُعد اختیار کرتے جائیں گے اسی اعتبار سے ان کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور پھر بالآخر جہنم سے یہ لوگ بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔

بعض سخت رو لوگوں نے یہاں جہنم میں داخلے کا مطلب فرقوں کو کافر قرار دینا اور اس دائرہ کار کو بہت زیادہ وسیع کرنے کی سعی کی ہے، لیکن کبار علمائے اہل سنت نے کمال احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ یہاں صرف جہنم میں داخلہ مراد لیا جائے اور ان کے نزدیک یہ گروہ بدعتی اور گمراہ ہوں گے، اور انہیں کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

بعض علماء کی رائے میں ناری ہونے سے مراد جہنم میں ہیشگی ہے تو یہ بات صحیح احادیث مبارکہ کے مخالف ہے کیونکہ اسلام کا کوئی گروہ بھی جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور اگر ناری سے مراد کچھ عرصہ جہنم میں رہے گا اور پھر اس سے خلاصی حاصل کر کے جنت میں داخل ہو گا تو یہ بات حقیقت حال کے عین مطابق ہے۔

خالد بن عبد اللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

> "تمام اسلامی فرق نجات پانے والے ہیں اور حدیث میں "ناجیہ" سے مراد ناجیہ بلا شفاعت ہے۔یعنی اسلام کے سارے گروہ، کامیاب ہونے والوں میں سے ہوں گے، کہ بقدرِ گناہوں کی سزا کے جہنم میں رہ کر بالا آخر اس سے چھٹکارا حاصل کریں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے۔"[1]

(۱) مصلح، خالد بن عبد اللہ، شرح العقیدہ الطحاویۃ، دروس صوتیۃ قام بتفریغھا موقع الشبکۃ الاسلامیۃ، ۱۶/ ۲، یہ کتاب بنیادی طور پر مؤلف کے لیکچرز ہیں جنہیں بعد میں کتابی شکل میں مرتب کیا گیا مزید تفصیل کے لیے دیکھیں http://www.islamweb.net

اس اعتبار سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ وہ فرقے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہیں اور ان میں مختلف بدعات کو رواج دیا جاچکا ہے مخلد في النار نہیں ہوں گے جبکہ اس کا اطلاق صرف ان فرقوں، جماعتوں اور لوگوں پر ہو گا جو اسلام کی اساس سے بہت دور چلے جائیں گے۔

اس اعتبار سے حدیث سے صرفِ نظر کر لینا درست نہیں بلکہ اس کی روشنی میں ہمیں آنے والے فتنوں سے متنبہ کیا جارہا ہے کہ اگر اتحاد کا دامن چھوڑ دیا گیا تو امت فرقہ بندی میں بٹ جائے گی اور گروہ بندی کی صورت میں امت کی مرکزیت کو پہنچنے والے خطرات و خدشات سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ اس لیے یہ بات ذہین نشین رہنی چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی بہت زیادہ نصوص مسلسل اتحاد امت کا حکم دیتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾[1]

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

مجموعی طور پر ان دلائل کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اہل اختلاف قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اس فہرست میں داخل نہیں، نجات اسی جماعت کے لیے ہے جو ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ کے راستوں پر چلے، کیونکہ دوسری صورت میں وہ تمھیں خدا کے راستے سے جدا کر کے تتر بتر کر دیں گے اور اس کے بارے میں ایک معنوی افتراق کو محسوس تر سمجھنے کے لئے نبی کریم نے صحابہ کے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور بیان کیا یہ سیدھا صراط مستقیم ہے اور اس کے دائیں بائیں ناپسندیدہ راہیں ہیں۔

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[2]

اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور اور راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتون کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بنو۔

---

(۱)　سورۃ ہود: ۱۱۸

(۲)　سورۃ الانعام: ۱۵۳

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

”صراط مستقیم کو واحد کے صیغہ سے بیان فرمایا کیونکہ اللہ کی اور قرآن اور رسول کی اور صحابہ کی راہ ایک ہی ہے یہی ملت اسلامیہ کی وحدت و اجتماع کی بنیاد ہے، اگر امت مسلمہ اس واحد صراط مستقیم سے ہٹی تو مختلف گروہوں میں بٹ جائیگی۔“[1]

اگر سورہ ہود و سورہ انعام کی ان دونوں آیات کے نتائج پر غور کریں تو حدیث افتراق امت کا پورا مفہوم سامنے آجاتا ہے کہ صراط مستقیم صرف ایک اور سبل متفرقہ بہت ہیں اور صرف ایک جماعت کے لئے نجات باقی اختلاف کرنے والوں کے لئے نجات نہیں ہے۔

اللہ تعالی نے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجا تا کہ اجتماعیت کو پیدا کردے اور یکجہتی کے قانون پر عمل کیا جائے جو کہ الکتاب کی صورت میں تھا مگر افسوس کہ اسی سامان اتحاد کو بھی سامان اختلاف بنالیا اور اس طرح بعثت رسل کا اصل مقصد و منشاء برباد کردیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ میری امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ کرنا وہ دعا قبول ہوئی اور عذاب استحصال ہمیشہ کے لئے اٹھالیا گیا مگر آپ کی امت میں افتراق و تشدد کا مقدر عذاب پھر بھی باقی رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فرقوں سے خواہشات نفس کا اختلاف مراد ہے، اور اس اختلاف کی بنیاد پر فرقے وجود میں آتے ہیں اور آپس میں بھڑکانے کا معنی ایک دوسرے کو کافر کہا جائے۔ جب یہ عمل شروع ہو گا تو تاریخ اسی طرح اپنے آپ کو دہرائے گی جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوارج کا معاملہ ہوا۔

یہ قرآنی احکامات واضح دلیل ہیں کہ دین میں ملت کی ماہیت کو ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونے دیا جائے یہی اختلاف مذموم ہے اور کسی بھی طرح محبت و مؤدت تعاون ہمدردی اور سازگاری کے سارے رشتے نہ ٹوٹے اور جماعتی شیرازہ کسی بھی طرح سے منتشر نہ ہو یہ اختلاف گروہ بندی دین میں ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں ہے بلکہ اس کے مکمل بائیکاٹ کا اعلان کیا جاسکتا ہے۔

اگر دین میں اشتراک کے بعد اس کے بعض اصول و کلیات میں اختلاف ہو جائے تو یہ اختلاف البتہ اختلاف دین و ملت کی طرح افتراق قلوب کا موجب بن جاتا ہے جیسے معتزلہ، خوارج، اہل سنت، ایک ہی دین سے وابستہ ہیں، مگر بعض اصول و کلیات میں اختلاف کی وجہ سے اس طرح گروہ در گروہ ہو گئے ہیں۔

---

(۱) سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، دارالحدیث، قاہرہ، طبع اول، س ن، ص:۱۹۰

خلاصہ بحث

امت کے ۷۳ فرقوں میں بٹ جانے والی حدیث تقریباً ۱۸ اکبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات میں سے ہے اور تقریباً تمام اہل علم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اس کو امام ترمذی، ابنِ ماجہ، ابو داؤد، امام احمد اور حاکم نیشاپوری نے روایت کیا ہے، حدیث کے اس جزء "كلها في النار إلا واحدا" پر کچھ اہل علم نے سنداً اعتراضات کیے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں بعض حضرات نے لفظ امت سے امتِ اجابت اور بعض نے دعوت مراد لیا ہے۔ الفاظ حدیث ۷۳ بعض کے نزدیک اس سے بعینہ ۷۳ ہی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اس سے کثرت عدد مراد ہے۔ الفاظ حدیث میں " كلها في النار" سے "خلود في النار" مراد نہیں بلکہ "دخول في النار" ہے۔ اس لحاظ سے وہ فرقے جو باجماع امت دین کی بنیادوں کا انکار کرکے کافر یا مرتد ہوئے وہ بنیادی طور پر امتِ اجابت کے دائرے سے نکل کر امتِ دعوت بن گئے ہیں، وہ بوجہ انکار ہمیشہ عذاب کے مستحق رہیں گے، ایسے گروہ مسلم امہ میں شامل نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں اسلامی فرق کہا جائے گا اور اسی طرح یہ ۷۳ فرقوں میں بھی شامل نہیں کیے جائیں گے۔

حدیث مبارکہ فرقہ بندی کو جائز قرار نہیں دیتی بلکہ فرقہ بندی سے متنبہ کرتی ہے جبکہ مجموعی طور پر قرآن حکیم فرقہ بندی کی نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ مختلف حوالوں سے تفریق امت پر وعید کا ذکر ملتا ہے اس اعتبار سے "وحدة الكلمة" اور "توحيد الأمة" کو بنیاد بنا کر انبیاء ورسل کی آمد کا مقصد بعثت قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات اتحاد امت کی روشن مثال ہیں۔ اس حدیث مبارک میں مسلم امہ کی تفریق وگروہ بندی کی جو خبر دی گئی تھی وہ خالصتاً تنبیہ ونصیحت کے تھی۔ جبکہ اختلاف مسالک دین کی فروعات میں مختلف الرائے ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن اس سب کے باوجود بنیادی عقائد اللہ تعالی، کتابوں، رسولوں، فرشتوں، قیامت اور تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر سب ایمان رکھتے ہیں، اور نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ فروعی مسائل میں کم فہمی اور ایک بات کے ایک سے زیادہ معانی کا متحمل ہونا مختلف مکاتب فکر کے وجود کا بنیادی سبب بنا ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو نہ تو یکساں فہم دین عطا کیا، اور نہ ہی اسکو سمجھنے کی طاقت مختلف طبائع اور صلاحیتوں کے اعتبار سے یکساں ہے۔

تجاویز وسفارشات

مجموعی طور پر ہمیں اختلاف وانتشار کی مذمت کرتے ہوئے امت کو مزید فرقہ واریت سے بچانے کے لیے باہمی اتحاد ویگانگت اور بھائی چارے کو فروغ دینا ہو گا۔ اس کے لیے نجی اور حکومتی سطح پر درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنے سے اس کے بہتر ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں:

- ان نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کو کثرت سے بیان اور واضح کرنا چاہیے جن میں اتحاد امت اور اجتماعیت کا حکم دیا گیا ہے۔

- حدیث افتراق تحذیر ہے نہ کہ اصول اس لیے اس کو بنیاد بنا کر امت کو تقسیم کرنے کی بات نہ کی جائے۔
- امت کو اپنے مشترکات پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ مشترکات بہت زیادہ ہیں اور اختلافات و افتراقات بہت کم ہیں۔
- مسلمان علماء اور دانشوروں اور مفکرین پر واجب ہے کہ وہ دین اور ملت کی حفاظت کے لیے ملت کو مشترکہ دشمن اور اس کی چالوں سے آگاہ کریں اور مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک واحد بلکہ متحدہ محاذ تشکیل دیں۔
- فروعی اختلافات کی بنیاد پر مختلف فرقوں کو کافر کہنے اور فتوے لگانے سے بنیادی طور پر بچنے کی ضرورت ہے۔

مختلف فرقوں کے مدارس اور علماء کے لیے ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جائے جو ادب الاختلاف کے اصول وضوابط کو ان کے لیے واضح کرے۔